سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ (۳۳)

مَدَنِيَّةٌ ——— اٰيَاتُهَا ۷۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ آیات
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ ۱ - ۸
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ
كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ
جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ
وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ
هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي
الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ
وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵﴾
اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ
وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ
فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ
مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا
مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷ لِّيَسْــَٔـلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ
وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸ ع ۱ ۸ ۱

ترجمہ آیات ۱-۸

اے نبی، اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی باتوں پر کان نہ دھرو بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ اور پیروی کرو اس چیز کی جو تم پر تمھارے رب کی جانب سے وحی کی جا رہی ہے بے شک اللہ ان تمام چیزوں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور بھروسے کے لیے اللہ کافی ہے۔ ۱-۳

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ تمھاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کر بیٹھتے ہو تمھاری مائیں بنایا اور نہ تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے بیٹے بنا دیا۔ یہ سب تمھارے اپنے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ حق کہتا ہے اور وہ صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت کے ساتھ پکارو۔ یہی اللہ کے نزدیک قرینِ عدل ہے اور اگر تم کو ان کے باپوں کا پتہ نہ ہو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے شریک قبیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس باب میں تم سے جو غلطی ہوئی اس پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں البتہ تمھارے دلوں نے جس بات کا عزم کر لیا اس پر مواخذہ ہے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے۔ ۴-۵

اور نبی کا حق مومنوں پر خود ان کے اپنے مقابل میں اولیٰ ہے اور ازواجِ نبی کی حیثیت

مومنین کی ماؤں کی ہے اور رحمی رشتے رکھنے والے آپس میں، دوسرے مومنین و مہاجرین کے مقابل، اولیٰ ہیں، اللہ کے قانون میں۔ یہ اور بات ہے کہ تم اپنے اولیاء و اقربا کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرنا چاہو۔ یہ چیز کتاب میں نوشتہ ہے۔ ۶

اور یاد کرو، جب ہم نے نبیوں سے ان کے عہد لیے اور تم سے بھی اور نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی، اور ہم نے ان سے نہایت محکم عہد لیا تاکہ اللہ راست بازوں سے ان کی راست بازی کی بابت سوال کرے (اور کافروں اور منافقوں سے ان کے کفر و نفاق کی نسبت)، اور کافروں کے لیے اللہ نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ۷-۸

۱۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (۱)

خطاب کی نوعیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں 'یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ' سے جو خطاب فرمایا ہے یہ محض تعظیم و تکریم کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے، بلکہ یہ لفظ آپ کے فریضۂ منصبی کی یاد دہانی کے لیے یہاں استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کے نبی و رسول ہیں اس وجہ سے آپ کو صرف اپنے رب کی پروا ہونی چاہیے۔ آپ صرف اللہ سے ڈریں، کافروں اور منافقوں کی مخالفتوں سے بالکل بے پروا ہو کر لوگوں کو اللہ کی بات پہنچائیں۔ اسی طرح کا خطاب سورۂ مائدہ میں گزر چکا ہے: 'یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ' (المآئدۃ: ۶۷) (اے رسول، تم اچھی طرح لوگوں کو وہ چیز پہنچا دو جو تم پر تمہارے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے)۔

'وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ': آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تنبیہ و تاکید اس لیے نہیں فرمائی گئی کہ خدانخواستہ اس بات کا کوئی اندیشہ تھا کہ آپ کفار و منافقین کی باتوں سے متاثر یا مرعوب ہو جائیں گے بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے مخالفین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ اشرار کتنا ہی زور لگائیں اور کتنے ہی فتنے اٹھائیں لیکن تم ان کی باتوں پر ذرا کان نہ دھرنا۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ آگے بعض ایسی باتوں کا ذکر آ رہا ہے جن کو کفار و منافقین نے آپ کے خلاف فتنہ انگیزی کا ذریعہ بنا لیا تھا۔

کفار اور منافقین کا باہمی رشتہ

یہاں کفار و منافقین کا ایک ساتھ ذکر اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ یہ دونوں اصلاً ایک ہی

کے ساتھ ہوتا ہے یا ہونا چاہیے۔ اگر اس تعلق میں نفاق کی کوئی آلائش نہ ہو تو فطری طور پر ہر مسلمان کے جذبات ازواج مطہراتؓ کے معاملے میں وہی ہوں گے جو شریف بیٹوں کے اندر اپنی ماؤں کے لیے ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت کی بنا پر ان کے لیے دلوں میں ایسا احترام اور ان کی عظمت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص ان کے ساتھ نکاح کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس سے الگ ہو کر اگر سوچ سکتے تھے تو صرف منافقین سوچ سکتے تھے اور وہ اپنے مفسدانہ اغراض کے لیے، تفصیل آگے آئے گی، ریشہ دوانیاں بھی کرتے رہتے تھے۔ اس آیت نے ان کی ریشہ دوانیوں کا سدِ باب کر دیا اور آگے اسی بنیاد پر صاف الفاظ میں یہ ممانعت آگئی:
'وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا (۵۳)' (اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو) یہاں اس اشارے پر قناعت کیجیے۔ آگے ان شاء اللہ ہم ان دینی مصالح پر روشنی ڈالیں گے جو اس ممانعت کے اندر مضمر تھے۔

'وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ': رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہراتؓ کو امت میں جو امتیازی مقام حاصل ہے اور جس پہلو سے حاصل ہے اس کو بیان کرنے کے بعد بقیہ سب کے تعلقات کے لیے اساس اس اصول کو قرار دیا ہے جو سورۂ نساء میں بیان ہو چکا ہے۔ یعنی رحمی رشتے رکھنے والے اقرب فالاقرب کے اصول پر ایک دوسرے کے حقدار ٹھہریں گے۔ 'فِي كِتَابِ اللَّهِ' سے مراد یہاں قرآن کی سورۂ نساء کی آیات ۷-۱۲ ہیں جن میں اسی فطری اصول کے مطابق تقسیم وراثت کا ضابطہ بیان ہوا ہے۔

مومنین کے باہمی حقوق کی بنیاد رحمی رشتوں پر

'مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ' یعنی دوسرے مومنین و مہاجرین کے مقابل میں اولوالارحام ہی اولیٰ و اقرب ٹھہریں گے۔ اسلامی اخوت کی بنا پر مہاجرین و انصار کے درمیان حقوق میں شرکت کا جو عارضی نظم ابتدا میں قائم کیا گیا تھا اس ٹکڑے نے اس کو بھی ختم کر دیا۔

مہاجرین و انصار کے درمیان حقوق کا جو عارضی نظم قائم کیا گیا تھا وہ ختم کر دیا گیا

'إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا': اس کے بعد صرف اتنی گنجائش باقی رہ گئی کہ آدمی کے جو اعزہ و احباب اس کی وراثت کے حقدار نہیں ہیں اگر ان کے ساتھ وہ کوئی حسن سلوک کرنا چاہے تو ان حدود کے اندر کر سکتا ہے جو شریعت نے مقرر کر دیے ہیں۔ ان حدود کی تفصیل بھی سورۂ نساء میں بیان ہو چکی ہے۔ 'كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا' میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

حسن سلوک کی گنجائش

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (۷)

آیات ۱-۳ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر خوف و اندیشہ سے بے پروا ہو کر صرف وحی الٰہی کی پیروی اور اسی کی دعوت کی جو ہدایت فرمائی گئی ہے، پیرے کے آخر میں اسی بات کو حضرات انبیاء علیہم السلام کی

حضرات انبیاء کا مشترک مشن

تاریخ سے مزید موثق کردیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو ہدایت ہم تمہیں کر رہے ہیں اسی کی ہدایت ہم نے اپنے تمام نبیوں کو کی اور ان سے یہ عہد لیا کہ اللہ کی طرف سے ان کو جو وحی کی جا رہی ہے خود بھی اس کی پیروی کریں اور بے کم و کاست اس کو لوگوں کو بھی پہنچائیں۔ فرمایا کہ یہ میثاق ہم نے تم سے بھی لیا، نوحؑ سے بھی لیا، ابراہیمؑ سے بھی لیا، موسیٰؑ سے بھی لیا اور عیسیٰ ابن مریمؑ سے بھی لیا۔ عام کے بعد یہ خاص خاص جلیل القدر انبیاء کا حوالہ دے کر انبیاء کی پوری تاریخ سامنے رکھ دی گئی ہے تاکہ یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے کہ اس ذمہ داری کا بارِ گراں ہر نبی اور اس کے ساتھیوں کو اٹھانا پڑا ہے۔ اس خاص فہرست میں سب سے پہلے آنحضرت صلعم کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ اصل مقصود آپؐ ہی کو یاد دہانی ہے۔

اس میثاق کا حوالہ قرآن مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے۔ خاص طور پر سورۂ مائدہ میں اس کی پوری تاریخ بیان ہو گئی ہے۔ یہاں ہر میثاق کا حوالہ دینے میں طوالت ہو گی۔ ہم بطور مثال صرف ایک میثاق کا حوالہ دیتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے: فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا (الاعراف - ۱۴۵) (تم خود بھی اس کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ اس بہترین چیز کو پوری مضبوطی سے اختیار کرے)۔

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا' یعنی اس میثاق کے معاملہ میں ہم نے ذرہ برابر بھی نرمی اور مداہنت نہیں برتی، بلکہ ہر ایک سے مضبوط عہد لیا۔ اور اس کو پوری مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم و استوار رہنے کی تاکید در تاکید فرمائی۔ یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ اول تو اس عہد کو میثاق سے تعبیر فرمایا ہے جو خود مضبوط و مستحکم عہد کے لیے آتا ہے پھر اس کے ساتھ 'غلیظ' کی قید بھی لگائی ہے جس سے اس کے اندر مزید استحکام پیدا ہو گیا ہے۔

لِيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (۸)

میثاق لینے کی حکمت

یہ میثاق لینے کی حکمت و مصلحت بیان فرمائی کہ انبیاء علیہم السلام کی اس تبلیغ کے بعد ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اتمامِ حجت ہوا جس کے بعد وہ مستحق ہوئے کہ اللہ تعالیٰ راستبازوں سے ان کی راستبازی سے متعلق اور کافروں اور منافقوں سے ان کے کفر و نفاق کے متعلق پوچھ گچھ کرے اور پھر ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے۔ اس اتمامِ حجت کے بغیر اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی گمراہی پر سزا دیتا تو یہ چیز اس کے عدل و رحمت کے خلاف ہوتی اور لوگ قیامت کے دن عذر کر سکتے۔ آگے آیات ۴۴ اور ۳۷ - ۴۰ کے تحت اس کی مزید وضاحت آئے گی۔ سورۂ نساء کی آیت لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ (۱۶۵) میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اور وہاں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

۲۔ آگے کا مضمون ۔ آیات ۹-۲۷

آگے غزوۂ احزاب کے واقعات کا حوالہ ہے اور مقصود اس سے اسی مضمون کو واقعات کی روشنی میں مزید واضح کرنا ہے جو تمہید میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبرؐ اور ان کے ساتھیوں کو اللہ کے دین کی راہ میں مخالفوں کی مخالفت اور ان کی سازشوں کی کوئی پروا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، اللہ بھروسہ کے لیے کافی ہے۔ وہ اپنی آنکھوں نصرتِ الٰہی کا یہ کرشمہ دیکھ چکے ہیں کہ ان کے تمام مخالفین اپنی پوری مجتمع قوت کے ساتھ ان پر چڑھ آئے تھے اور اندر سے منافقین نے بھی اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے ان کے قدم اکھاڑ دینے کی پوری کوشش کی لیکن اللہ کی تدبیر سب پر غالب رہی۔ دشمنوں کو بے نیل مرام پسپا ہونا پڑا۔

غزوۂ احزاب شوال ۵ھ میں واقع ہوا۔ یہود بنی نضیر کے کچھ لیڈروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ انھوں نے مکہ جا کر قریش کے لیڈروں سے فریاد کی اور ان کو آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پر حملہ کریں۔ قریش حملہ کے لیے پہلے سے پر تول رہے تھے، جب ان کو یہود کی شہ بھی حاصل ہو گئی تو گویا مانگی مراد مل گئی۔ اس کے بعد غطفان اور ہوازن کے لیڈروں کو بھی انھوں نے ہموار کر لیا۔ اس طرح تقریباً دس ہزار کا ایک لشکر جرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ قریش کا لشکر ابو سفیان کی سرکردگی میں تھا اور غطفان و ہوازن عیینہ بن حصن اور عامر بن طفیل کی قیادت میں نکلے۔ مزید برآں حیی بن اخطب نضری نے یہود بنی قریظہ کو بھی اس متحدہ محاذ میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا۔ اگرچہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدۂ امن و صلح کر رکھا تھا لیکن اس موقع کو انھوں نے غنیمت جانا اور معاہدے کی پروا نہ کی۔ ان کی تعداد کم و بیش آٹھ سو تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دشمنوں کی ان تیاریوں کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مسلمانوں کو مدینہ کی ان سمتوں میں خندق کھودنے کا حکم دیا جن سے حملہ کا خطرہ تھا چنانچہ شہر کی شمالی اور مغربی سمت میں ساڑھے تین میل لمبی ایک خندق کھود دی گئی اور یہ کام نہایت سرگرمی کے ساتھ ان تین ہزار مجاہدوں نے انجام دیا جو حضورؐ کے ساتھ تھے اور خود سرورِ عالمؐ نے بھی بہ نفس نفیس اس کام میں حصہ لیا۔

دشمنوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ تقریباً ایک ماہ رہا لیکن اس دوران میں سنگ باری اور تیر اندازی کے اِکّا دُکّا واقعات کے سوا دُو بدُو جنگ کی کوئی نوبت نہیں آئی۔ دشمن نے یہ اندازہ کر لیا کہ مسلمانوں نے مدافعت کی پوری تیاری کر رکھی ہے۔ پھر محاذ میں پھوٹ بھی پڑ گئی اور مزید برآں ایک طوفانی ہوا نے ان کے خیمے و شامیانے سب اکھاڑ کے پھینک دیے جس کے بعد ان کے حوصلے پست

ہو گئے اور ابوسفیان نے واپسی کا اعلان کر دیا ۔۔۔۔ اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمایئے ۔

آیات يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ
۹-۲۷ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ
مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ
بِاللَّهِ الظُّنُونَا ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا
شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ
مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ
مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ مع
إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا
ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَ
لَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ
عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ
الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَن ذَا
الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ
وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ
اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ

وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ
الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى
عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ
اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ
وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ
عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾ لَقَدْ كَانَ ع ١٢/٢ ١٨
لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ
الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ
قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ز
وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ
الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ
عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿۲۶﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

ع ۳ / ۱۹ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ آیات ۹ - ۲۷

اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد رکھو کہ جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں تو ہم نے ان پر ایک بادِ تند بھیجی اور ایسی فوجیں بھی بھیجیں جو تم کو نظر نہیں آئیں۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو برابر دیکھتے رہنے والا ہے۔ یاد کرو جب کہ وہ تم پر آچڑھے، تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی، اور جب کہ نگاہیں کج ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کے باب میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت اہلِ ایمان امتحان میں ڈالے گئے اور بالکل ہلا دیے گئے۔ ۹ - ۱۱

اور جب کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدے کیے وہ محض فریب نکلے اور جب کہ ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے یثرب والو، تمہارے لیے ٹکنے کا کوئی مقام نہیں ہے تو تم لوٹ جاؤ اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت کا طلبگار تھا اور کہتا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، بس یہ لوگ بھاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر ان کے اطراف سے ان پر حملہ ہو جاتا، پھر ان سے ارتداد کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ اس پر راضی ہو جاتے اور اس میں بہت ہی کم توقف کرتے۔ حالانکہ اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی پرسش ہونی ہے۔ کہہ دو اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہارے لیے کچھ نافع نہیں ہوگا، تم کو کھانے برتنے کا تھوڑا ہی موقع ملے گا۔ پوچھو، کون ہے جو تم کو خدا سے بچا سکے گا اگر وہ تم کو کوئی گزند پہنچانا

چاہے یا اس کی رحمت کو روک سکے اگر وہ تم پر رحمت کرنا چاہے؟ اور وہ اپنے لیے خدا کے مقابل میں نہ کوئی کارساز پائیں گے نہ کوئی مددگار۔ ۱۲-۱۷

اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا رہا ہے جو روکنے والے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے رہے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ۔ اور وہ جنگ میں بہت کم حصہ لینے رہے ہیں، تم سے جان چراتے ہوئے۔ پس جب خطرہ پیش آجاتا تو تم ان کو دیکھتے کہ وہ تمھاری طرف اس طرح تاک رہے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی آنکھوں کی طرح گردش کر رہی ہیں جس پر سکراتِ موت کی حالت طاری ہو۔ پھر جب خطرہ دور ہو جاتا تو وہ مال کی طمع میں تم سے بڑی تیز زبانی سے باتیں کرتے۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ڈھا دیے اور یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔ یہ لوگ گمان کر رہے ہیں کہ دشمن کی جماعتیں ابھی گئی نہیں ہیں اور اگر جماعتیں پھر آجائیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ وہ اہلِ بدو کے ساتھ دیہات میں ہوں اور وہاں سے تمھاری خبریں معلوم کرتے رہیں۔ اور اگر تمھارے ساتھ ہوتے بھی تو جنگ میں برائے نام ہی حصہ لیتے۔ ۱۸-۲۰

اور تمھارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے جو اللہ کی ملاقات اور روزِ آخرت کی توقع رکھتے ہیں اور اللہ کو زیادہ سے زیادہ یاد کرتے ہیں۔ اور جب اہلِ ایمان نے جماعتوں کو دیکھا تو وہ بولے کہ یہ تو وہی چیز پیش آئی جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کر رکھا تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ کہا۔ اور اس چیز نے ان کے ایمان و اطاعت ہی میں اضافہ کیا۔ ۲۱-۲۲

اہلِ ایمان میں وہ جانباز بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دکھایا۔

سو ان میں سے بعض تو اپنا عہد پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں۔ اور انھوں نے ذرا بھی تبدیلی نہیں کی ہے تاکہ اللہ راستبازوں کو ان کی راست بازی کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا ان کی توبہ قبول کرے (اگر وہ توبہ کریں) بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔ ۲۳-۲۴

اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ کے ساتھ، بالکل بے نیل مرام، پسپا کر دیا اور جنگ کے لیے اللہ مسلمانوں کی طرف سے خود کافی ہو گیا اور اللہ قوی و غالب ہے اور اللہ نے ان اہل کتاب کو جھنوں نے کافروں کی مدد کی ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو مرعوب کر دیا۔ کچھ کو تم قتل کرتے ہو اور کچھ کو قید۔ اور ان کی زمین، ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث تم کو بنایا۔ علاوہ ازیں اور بھی زمین ہے جس پر تمھارے پ ن ابھی نہیں پہنچے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲۵-۲۷

۳- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (۹)

تائیدِ الٰہی کے کرشموں کی یاددہانی

آیت ۹ میں اللہ ہی پر بھروسہ کرنے کی جو ہدایت فرمائی گئی ہے اسی مضمون کو موکد کرنے کے لیے یہ تائید الٰہی کے ان کرشموں کی یاددہانی کرائی جارہی ہے جو ماضی قریب میں مسلمانوں کی نصرت کے لیے ظاہر ہوئے تھے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر تمام عرب مسلمانوں پر امڈ آیا تھا لیکن مسلمانوں کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی۔ دشمنوں کی دل بادل فوجیں اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی پھونک سے اڑا دیں اور یہ حقیقت سب کے سامنے آگئی کہ اللہ تعالیٰ اعتماد کے لیے تنہا کافی ہے۔ اگر اس کی مدد حاصل ہو تو ساری دنیا کی مخالفت بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محاصرہ کے آخری دنوں میں ایسی طوفانی آندھی آئی کہ خیموں کی چوبیں اور طنابیں اکھڑ گئیں، دیگیں الٹ گئیں، سواری کے جانور تتر بتر ہو گئے، سردی کی شدت کے باوجود آگ جلانا ناممکن ہو گیا۔ تاریکی کا یہ عالم کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

اس صورت حال نے دشمنوں پر مرعوبیت طاری کر دی اور ابوسفیان نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ کسی طرح اس آفت سے جان بچا کر گھر کو واپس ہو جائے۔

'وَجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا' یعنی باد تند کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی فوجیں بھی بھیجیں جو مسلمانوں کو نظر نہیں آئیں۔ یہ اشارہ ملائکہ کی افواج کی طرف ہے جو ہمیشہ اہل ایمان کے ہم رکاب رہتی ہیں۔ اگرچہ وہ خود نظر نہیں آتیں لیکن ان کے شاندار غیبی کارنامے ظہور میں آتے ہیں جن سے اہل ایمان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور ان کے دشمن مرعوب ہوتے ہیں۔ سورۂ انفال میں بسلسلہ غزوۂ بدر، اس مسئلہ پر ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں اس پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ 'لَّمْ تَرَوْهَا' سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو یہ فوجیں نظر نہیں آئیں لیکن اس سے یہ بات نہیں نکلتی کہ کفار نے بھی ان کو نہیں دیکھا۔ قرین قیاس یہی ہے کہ ان کو یہ فوجیں دکھائی دی ہوں جس سے ان کو یہ اندازہ ہوا ہو کہ مسلمانوں کی جمعیت بہت بڑی ہے اور یہ چیز ان کی مرعوبیت کا باعث ہوئی ہو۔

'وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا' یہ وہی مضمون ہے جو اوپر آیت ۲ میں بدیں الفاظ گزر چکا ہے: 'إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا'۔ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ بندے کو اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ 'خبیر' و 'بصیر' ہے۔ اس کے بندے اس کی راہ میں جو بازیاں کھیلتے اور جو مشقتیں جھیلتے ہیں وہ ان کو دیکھتا اور ان سے اچھی طرح باخبر رہتا ہے۔

إِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (۱۰)

مغرب اور مشرق دونوں سمتوں سے حملہ

'إِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ' مدینہ کی مشرقی سمت بلند، مغربی سمت نشیبی ہے۔ چونکہ دشمن کا حملہ دونوں طرف سے تھا اس وجہ سے فوق اور اسفل دونوں کا حوالہ دیا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ غطفان وغیرہ کا حملہ مشرق کی طرف سے ہوا تھا اور قریش اور ان کے حلیفوں کی فوجیں مغرب کی سمت سے آئی تھیں۔

صورت حال کا اثر ضعفائے قلوب پر

'وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ' کوئی منظر ہولناک و دہشت ناک ہو تو نگاہ اس پر نہیں ٹکتی۔ عربی میں اس کو 'زَاغَ الْبَصَرُ' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح خوف و دہشت اور پریشانی کی تعبیر کے لیے 'بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ' کا محاورہ بھی ہے۔ 'کلیجہ منہ کو آنا' ہماری اپنی زبان میں بھی خوف و دہشت اور گھبراہٹ کی تعبیر کے لیے معروف ہے۔

'وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا' یہ بات اگرچہ عام صیغہ سے فرمائی گئی ہے لیکن اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضعف ایمان اور نفاق کی بیماری میں مبتلا تھے۔ یہ منظر دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ خدا کی قدرت و نصرت، اس کے وعدوں اور اس کی شانوں کے متعلق اب تک ان کو جو کچھ بتایا اور سکھایا گیا تھا وہ

سب ان کے نزدیک مشکوک ہوگیا۔ کلام کے تدریجی ارتقاء سے یہ بات خود واضح ہوجائے گی کہ یہ اشارہ ضعفائے قلوب اور منافقین ہی کی طرف ہے۔ آگے سچے اہلِ ایمان کی عزیمت و استقامت کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں فرمائی ہے: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (اور جب مومنوں نے دشمن کی پارٹیوں کو دیکھا تو وہ پکار اٹھے کہ یہ تو وہی صورتِ حال ہمیں پیش آئی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کر رکھا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کی بات سچی ہوئی، اور اس چیز نے ان کے ایمان اور ان کی اطاعت ہی میں اضافہ کیا) جب سچے مسلمانوں کا یہ حال بیان ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ایسے ہی سرفروشوں پر مشتمل تھی تو آیت زیرِ بحث کا اشارہ انہی لوگوں کی طرف ہو سکتا ہے جو ضعیف الایمان تھے۔ اس بنا پر ہم ان تفسیری روایات کو بالکل بے سروپا سمجھتے ہیں جن میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ العیاذ باللہ غزوۂ احزاب کے موقع پر ایک آدھ آدمیوں کے سوا اور کوئی شخص مسلمانوں میں عزم و ہمت رکھنے والا نہیں نکلا۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (۱۱)

یعنی ان حالات نے اہلِ ایمان کو بڑی ہی سخت آزمائش میں ڈال دیا اور وہ نہایت ہی بری طرح جھنجھوڑ دیے گئے۔ ایک طرف ہر جانب سے دشمنوں کی یورش اور دوسری طرف اپنی صفوں کے اندر ایسے لوگوں کا وجود جو ان حالات کو دیکھ کر بالکل ہی ہمت ہار بیٹھے اور طرح طرح کے شبہات ظاہر کرنے لگے۔ لیکن کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کے لیے اہلِ ایمان کو اس قسم کے امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ امتحان اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (۱۲)

اب اس اجمال کی تفصیل آرہی ہے جو تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا کے اندر مضمر ہے۔ یعنی جو منافق اور اسلام کے خلاف بغض و عناد رکھنے والے تھے انھوں نے مسلمانوں کا حوصلہ پست کرنے کے لیے، ان کے اندر یہ پھیلانا شروع کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے کیے وہ سب محض فریب ثابت ہوئے۔ روایات میں اس گروہ کے بعض اشرار کی یہ پھبتی بھی نقل ہوئی ہے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمیں یہ اطمینان دلا رہے تھے کہ ہم کسریٰ و قیصر کے خزانوں پر قبضہ کریں گے اور یہاں حال یہ ہے کہ گھر سے قضائے حاجت کے لیے نکلنا ناممکن ہو رہا ہے۔" غور کیجیے کہ ایک طرف دشمنوں کا ہر سمت سے شہر کا محاصرہ اور دوسری طرف منافقین کا مسلمانوں کے اندر یہ زہریلا پروپیگنڈا! اسی صورتِ حال کو قرآن نے اُبْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

ایک نکتہ

اس آیت میں ایک علمی نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے۔ فرمایا ہے: وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

مَّرَضٌ :- یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دو گروہوں کا الگ الگ ذکر ہے یا یہ دونوں صفتیں منافقین کے ایک ہی گروہ کی بیان ہوئی ہیں ؟ نظائر قرآن کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ 'مرض' قرآن میں جہاں اخلاقی مرض کے لیے استعمال ہوا ہے، دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک نفاق کے مفہوم میں، دوسرے کینہ وحسد کے مفہوم میں۔ جہاں یہ لفظ 'نفاق' کے ساتھ استعمال ہوا ہے، جس طرح یہاں ہے، تو یہ اپنے دوسرے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور اگر تنہا استعمال ہوا ہے تو اس کے مفہوم کا تعین قرینہ سے ہوتا ہے، بعض جگہ تو یہ نفاق کے عام مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور بعض جگہ کینہ وحسد اور بغض وعناد کے مفہوم میں۔ اس دوسرے مفہوم کے لیے نظیر اسی سورہ کی آیت ۳۲ میں موجود ہے اور اس سے زیادہ واضح نظیر سورۂ محمد کی آیت ۲۹ میں ملے گی۔

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ منافقین میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو محض ضعفِ عزم وارادہ کے مریض تھے۔ دوسرے وہ جو اسلام کے خلاف اپنے دلوں میں بغض وعناد رکھتے تھے لیکن دشمنوں کی طرح کھلم کھلا مخالفت کرنے کے بجائے مارِ آستین بن کر اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اسی گروہ کو عام منافقین سے ممیز کرنے کے لیے بعض جگہ 'وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ' کی صفت سے ذکر فرمایا ہے۔ جو لوگ ان دونوں گروہوں کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے وہ بعض مقامات میں قرآن کے الفاظ کا صحیح زور نہیں سمجھ سکتے۔

وَإِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ إِنْ يُّرِيْدُوْنَ إِلَّا فِرَارًا (۱۳)

منافقینِ اعراب

یہ منافقین کے ایک دوسرے گروہ کا ذکر ہے اور قرینہ دلیل ہے کہ یہاں اشارہ منافقینِ اَعراب کی طرف ہے۔ مدینہ کے قرب وجوار کے دیہاتوں کے جو لوگ اسلام لائے تھے ان میں ایک گروہ نہایت کٹر منافقین کا تھا۔ ان کا ذکر تفصیل سے سورۂ توبہ کی تفسیر میں ہو چکا ہے۔ ان کے لیے خود قرآن میں 'اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت سے مرعوب ہو کر مسلمان ہونے کے مدعی تو بن بیٹھے تھے لیکن ان کی ساری دلچسپی اپنے مفادات سے تھی۔ کسی غزوہ میں شریک ہونے کا وقت آتا تو اول تو مختلف بہانوں سے کترا جاتے اور اگر محض نمائش کے لیے کسی جنگ میں شریک ہوتے بھی تو اسلام سے زیادہ اسلام کے دشمنوں کی مقصد برآری کا ذریعہ بنتے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر بھی ان میں سے کچھ لوگ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے آ گئے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنا سارا زور مسلمانوں کا حوصلہ پست کرنے کے لیے صرف کیا۔ یہاں چند آیتوں میں اسی گروہ کے کردار پر تبصرہ ہے۔

'یا اهل یثرب' کے خطاب کے مضمرات

يٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۔ ان لوگوں کا مدینہ کے مسلمانوں کو 'يٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ' کہہ

کے خطاب کرنا اس بات کا نہایت واضح قرینہ ہے کہ ان کا تعلق حوالی مدینہ کے بدوؤں سے تھا۔ اگر یہ خاص مدینہ ہی کے باشندے ہوتے تو اپنے ہی شہر کے بھائیوں کو اس خطاب سے مخاطب کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ 'یثرب' مدینہ منورہ کا سابق نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اس کا نام مدینۃ النبی اور پھر مدینہ ہوگیا لیکن دیہاتوں کے لوگ، بالخصوص منافقین، عرصہ تک اس کو یثرب ہی کہتے رہے۔ یہ لوگ دیہاتی بھی تھے اور منافق بھی اس وجہ سے انھوں نے نئے نام کو قبول نہیں کیا تھا۔ ان کو گمان یہ ہو رہا ہوگا کہ اسلام اور مسلمانوں کا قبضہ اس شہر پر عارضی ہے، سابق حالات پھر لوٹ آئیں گے۔ ان کے اس خطاب کا حوالہ دے کر قرآن نے ان کے اس باطن سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

منافقین کی مفسدانہ ساعی کی ایک مثال

'لا مقام لکم فارجعوا' یعنی انھوں نے مسلمانوں کا حوصلہ پست کرنے کے لیے نہایت خیرخواہانہ انداز میں یہ کہنا شروع کیا کہ دشمنوں کی اس ول بادل فوج کے مقابل میں تمہارے لیے ٹک سکنا ناممکن ہے اس وجہ سے جنگ کے لیے محاذ آرائی بے سود ہوگی۔ اب بہتری اسی میں ہے کہ جنگ کا خیال چھوڑ کر گھروں کو واپس ہو جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تو اس بات کا امکان ہے کہ شاید یہ تمہارے دشمن تمہارے ساتھ کچھ نرم معاملہ کریں لیکن نوبت اگر جنگ و قتال کی آ گئی تو پھر تمہاری خیر نہیں ہے۔

منافقین کا ایک عذر لنگ

'ویستاذن فریق منہم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ ... الآیۃ'۔ 'عورۃ' کے معنی غیر محفوظ کے ہیں۔ اب منافقین اعراب کے ایک دوسرے گروہ کا یہ کردار بیان ہو رہا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عذر پیش کیے کہ چونکہ ان کے گھر تنہا اور غیر محفوظ ہیں اس وجہ سے انھیں اپنے گھروں کو واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ پہلے گروہ نے مدینہ والوں کو پست ہمت کر کے ان کو محاذ سے ہٹانے کی کوشش کی اور اس گروہ نے خود اپنے لیے راہِ فرار تلاش کرنے کی تدبیر کی تاکہ دشمن کے لیے میدان بالکل صاف ہو جائے۔ اس گروہ کا یہ عذر بھی کہ "ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں" اس بات کا قرینہ ہے کہ ان کا تعلق اطراف مدینہ کے دیہاتوں سے تھا۔ جہاں تک اہلِ مدینہ کا تعلق ہے ان کے لیے اس قسم کے کسی بہانے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس جنگ سے متعلق جو تفصیلات کتابوں میں مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا انتظام پہلے سے کر لیا گیا تھا۔

'وما ہی بعورۃ ان یریدون الا فرارا'۔ فرمایا کہ ان کا یہ عذر بالکل جھوٹا عذر تھا۔ ان کے مکانات غیر محفوظ یا کسی خطرے میں نہیں تھے۔ بلکہ یہ لوگ اس بہانے محاذِ جنگ سے فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔

'ولو دخلت علیہم من اقطارہا ثم سئلوا الفتنۃ لاتوہا وما تلبثوا بہا الا یسیرا' (۱۴)

'اقطارہا' کی ضمیر کا مرجع 'یثرب' بھی ہو سکتا ہے لیکن قرآن کی روشنی میں میرے نزدیک اس کا مرجع 'بیوت' ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گھروں کی حفاظت کا بہانہ تو محض بہانہ ہے۔ اصل مقصد ان کا دین کی حفاظت

مدافعت سے فرار ہے۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ کم وقعت اور ارزاں چیز دین ہے۔ اگر اب مدینہ کے اطراف سے ان پر اسلام کے مخالفوں کی چڑھائی ہو جائے اور وہ ان سے ارتداد یا مسلمانوں سے جنگ کرنے کا مطالبہ کریں تو یہ ان کے مطالبہ کو بے درنگ مان لیں گے۔ لفظ 'فتنہ' پر ہم جگہ جگہ بحث کر چکے ہیں۔ یہاں اس سے رجعت اور ارتداد یا مسلمانوں کے خلاف جنگ کا مطالبہ مراد ہے۔ صاحب کشاف نے یہی تاویل اختیار کی ہے اور ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے۔ سورۂ نساء آیت ۹۱ میں اسی قسم کے منافقین کی طرف اشارہ ہے۔ "سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ" یہاں 'فتنہ' سے مراد، جیسا کہ اس کے محل میں ہم وضاحت کر چکے ہیں، یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام دشمن طاقت دباؤ ڈال کر ان سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی کام لینا چاہتی ہے تو بڑی آسانی سے لے لیتی ہے۔ بعینہٖ یہی مضمون آیت زیر بحث میں بیان ہوا ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا (۱۵)

منافقین کی بدعہدی

یوں تو اسلام میں داخل ہونے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے ہی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے مال اور اپنی جان کو اللہ کے دین سے دریغ نہیں رکھ سکتا بلکہ خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کے عہد کا پابند ہو جاتا ہے لیکن یہ منافقین اس عام عہد کے علاوہ ایک خاص عہد کی پابندی کی ذمہ داری بھی اپنے سر لے چکے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کا حال یہ تھا کہ پچھلے غزوات میں انھوں نے لاطائل عذرات کی آڑ لے کر شرکت سے گریز کیا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو قسمیں کھا کھا کے اطمینان دلایا تھا کہ آئندہ کسی جہاد کی نوبت آئی تو وہ اس میں پورے جوش سے حصہ لیں گے۔ ان لوگوں کی ان اطمینان دہانیوں کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہوا ہے۔ انہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو ملامت کی ہے کہ پہلے تو انھوں نے بہت بڑھ چڑھ کے وعدے کیے تھے کہ آئندہ جنگ کی نوبت آئی تو وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے تو اب جب اس کی نوبت آئی تو رخصت کی عرضیاں اور گھروں کے غیر محفوظ ہونے کے بہانے کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے! 'وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا' یہ ان کو دھمکی ہے کہ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد کی پرسش ہونی ہے۔ پرسش تو ہر جرم کی ہو گی لیکن خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ سورۂ صف میں ارشاد ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ" (الصف ۶۱: ۲-۳) (اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں! اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ غضب کی ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں)۔

قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۱۶)